



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورة الذخاں (44)

## آیت نمبر (17 تا 29)

30906

ر ه و

(ن) رَهُوًا سمندر کا سکون پذیر ہونا۔ ساکن ہونا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 24

ترکیب

(آیت۔ 18)۔ اس آیت میں دو امکانات ہیں۔ اوّل یہ کہ اَدُّوْا (فعل امر) کا مخاطب اس میں شامل اَنْتُمْ کی ضمیر کو مانا جائے۔ ایسی صورت میں عِبَادَ اللّٰهِ اس کا مفعول ہوگا اور ترجمہ ہوگا ”کہ تم لوگ واپس کرو میری طرف اللہ کے بندوں کو“۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عِبَادَ اللّٰهِ کو منادی مضاف مانا جائے یعنی اے اللہ کے بندو۔ ایسی صورت میں یہ اَدُّوْا کا مخاطب ہوگا اور مفعول کو محذوف مانا جائے گا۔ اس طرح ترجمہ ہوگا ”کہ واپس کرو میری طرف اے اللہ کے بندو“۔ یعنی اے اللہ کے بندو! اللہ کے حقوق ادا کرو۔ لیکن قرآن مجید میں تین مقامات پر (الاعراف۔ 105)۔ طہ۔ 47۔ الشعراء۔ 17) اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ کے الفاظ آئے ہیں۔ اس لیے ترجمہ میں عموماً پہلی صورت کو ترجیح دی گئی ہے۔

(آیت۔ 19) یہاں بھی اَبِيْكُمْ میں دو امکانات ہیں۔ ایک یہ کہ اَبِيْكُمْ کو اَبِيْكُمْ سے واحد متکلم کا صیغہ مانا جائے۔ ایسی صورت میں ترجمہ ہوگا ”میں لاتا ہوں یا لاؤں گا“۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اَبِيْكُمْ کو اسم الفاعل اَبِيْكُمْ مانا جائے جس کی تنوین مضاف ہونے کی وجہ سے گری ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں ترجمہ ہوگا ”میں لانے والا ہوں“۔ قرآن مجید کے دیگر مقامات پر تفصیلات کا مطالعہ کرنے سے یہ صورتحال سامنے آتی ہے کہ موسیٰؑ کو واضح سند یعنی معجزات سے مسلح کر کے فرعون کے دربار میں بھیجا گیا تھا۔ وہ یہ اطلاع دینے نہیں آئے تھے کہ مجھے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور اگر تمہیں سند یعنی پروانہ تقرری چاہیے تو وہ میں لے آؤں گا یا لانے والا ہوں۔ اس لیے قابل ترجیح بات یہ ہے کہ اَبِيْكُمْ کو واحد متکلم کا صیغہ مانا جائے اور مضارع کے مفہوم کو زمانہ حال کے ساتھ مخصوص کیا جائے کہ ”میں لاتا ہوں یعنی پیش کرتا ہوں۔“

## ترجمہ

وَلَقَدْ فَتَنَّا	قَبْلَهُمْ	قَوْمَ فِرْعَوْنَ	وَجَاءَهُمْ	رَسُولٌ كَرِيمٌ ۙ
اور بیشک ہم آزمائے	ان لوگوں سے پہلے	فرعون کی قوم کو	اور آئے ان کے پاس	ایک معزز رسول
أَنْ	أَدُّوْا لِيَّ	عِبَادَ اللّٰهِ ط	إِنِّي لَكُمْ	رَسُولٌ أَمِيْنٌ ۙ
(اس پیغام کے ساتھ) کہ	تم لوگ واپس کرو میری طرف	اللہ کے بندوں کو	بیشک میں تمہارے لیے	ایک امانت دار رسول ہوں
وَ أَنْ لَا تَعْلَمُوْا	عَلَى اللّٰهِ ج	إِنِّيْ اَبِيْكُمْ	بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ	وَ إِنِّيْ عَدْتُ
اور یہ کہ سرکشی مت کرو	اللہ کے خلاف	بیشک میں لایا ہوں تمہارے پاس	ایک واضح سند	اور بیشک میں پناہ میں آتا ہوں
بِدِيْنِيْ وَ رِيْبِكُمْ	أَنْ تَرْجُمُوْنَ ۙ	وَ إِنْ لَمْ تُؤْمِنُوْا لِيَّ	فَاعْتَرِزُوْنَ ۙ	
میرے رب اور تمہارے رب کی	کہ تم لوگ سنگسار کرو مجھ کو	اور اگر تم لوگ بات نہیں مانتے میری	تو کنارہ کش ہو جاؤ مجھ سے	



فَدَا عَارِبًا	أَنْ هُوَ آءٌ	قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾	فَأَسْرٍ	بِعِبَادِي
پھر انہوں نے دعا (فریاد) کی اپنے رب سے	کہ یہ لوگ	جرم کرنے والے لوگ ہیں	تو آپؐ لے کر نکلیں	میرے بندوں کو
لَيْلًا	إِنكُمْ مُّتَّبِعُونَ ﴿٣٦﴾	وَأَتْرِكُ الْبَحْرَ	رَهَوًا	إِنَّهُمْ
رات کے وقت	بیشک تم لوگ پیچھا کیے جانے والے ہو	اور آپؐ چھوڑ دیں سمندر کو	ساکن ہونے کی حالت میں	بیشک وہ لوگ
جُنْدًا مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾	كَمْ تَرَكُوا	مِنْ جَنَّتٍ وَعَيْونٍ ﴿٣٨﴾		
غرق کیے جانے والے لشکر ہیں	کتنے ہی (بہت سے) انہوں نے چھوڑے	باغات اور چشمے		
وَرُدُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٣٩﴾	وَوَعْمَةٍ	كَانُوا فِيهَا	فِيهِنَّ ﴿٤٠﴾	كَذَلِكَ تَف
اور کھیتیاں اور باعزت ٹھہرنے کی جگہ	اور نعمت	وہ لوگ تھے جس میں	ہنسنے ہنسانے والے	اسی طرح ہوا
وَأُورَثْنَهَا	قَوْمًا آخِرِينَ ﴿٤١﴾	فَبَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ		
اور ہم نے وارث بنایا ان (چیزوں) کا	دوسرے لوگوں کو	تو نہیں روئے ان پر		
السَّهَاءِ وَالْأَرْضِ	وَمَا كَانُوا	مُنْظَرِينَ ﴿٤٢﴾		
زمین و آسمان	اور نہ وہ تھے	مہلت دیے جانے والے		

قریش اور قوم فرعون کے حالات میں مشابہت کی طرف قرآن نے جگہ جگہ اشارے کیے ہیں۔ یہاں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج جس طرح کے امتحان میں ہم نے قریش کو ڈالا ہے اسی طرح کے امتحان میں ہم نے اس سے پہلے قوم فرعون کو بھی ڈالا تھا۔ جس طرح ان کو سامانِ عیش کی فراوانی حاصل ہے اسی طرح ان کو بھی دولت و نعمت کی کثرت عطا ہوئی تھی۔ پھر جس طرح ان کی طرف ایک معزز رسول انذار اور اتمامِ حجت کے لیے آیا تھا اسی طرح ان کی طرف بھی ایک باعزت رسول آیا ہے۔ اس لیے جو انجام ان کا ہوا تھا وہی انجام لازماً ان کا بھی ہونا ہے اگر انہوں نے بھی انہی کی روش اختیار کی۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 1

اس حوالہ سے بات بھی سمجھ لیں کہ کچھ لوگوں کو قرآن میں تکرار (Repetition) کی شکایت کی وجہ کیا ہے۔ قرآن مجید کے کسی خطبہ میں جو بات سمجھانی مقصود ہوتی ہے، اس کے حق میں ہر خطبہ میں جہاں اور دلائل دیئے گئے ہیں وہیں تاریخی شواہد بھی پیش کیے گئے ہیں۔ جن لوگوں کا ذہن موضوعِ کلام سے ان تاریخی واقعات کا ربط قائم نہیں کر پاتا ان کی طبیعت پر مختلف اقوام کا بار بار ذکر کرنا گراں گزرتا ہے۔

آیت - 23۔ میں بِعِبَادِي کے لفظ کا مطلب ہے وہ تمام بندے جو ایمان لائے ہیں۔ ان میں بنی اسرائیل بھی تھے اور مصر کے وہ قبلی باشندے بھی جو حضرت یوسفؑ کے زمانے سے حضرت موسیٰؑ کی آمد تک مسلمانوں میں شامل ہو چکے تھے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی نشانیاں دیکھ کر اور آپؑ کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر اہل مصر میں سے ایمان قبول کیا تھا۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2

یہاں آیت - 28 میں أُوْرَثْنَهَا میں ہا کی ضمیر ان ہی چیزوں کے لیے ہے جو فرعون اور اس کے درباریوں کے تصرف میں تھیں۔ ان کے لیے فرمایا کہ ہم نے ان کا وارث دوسرے لوگوں کو بنایا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصریوں ہی میں سے دوسرے لوگ ان پر قابض ہوئے۔ الشعراء کی آیت - 59 میں الْفَاظِ آءٌ ہاں أُوْرَثْنَهَا بِنِيْ اِسْرَائِيْلَ اس کے نوٹ - 2 میں وضاحت کی جا چکی ہے کہ وہاں ہا کی ضمیر ان

نوٹ: 3



ہی چیزوں کے لیے نہیں بلکہ ان جیسی چیزوں کے لیے ہے اور اسی نوٹ میں ضمائر کے مفہوم میں اس قسم کی تبدیلی کی سند کے طور پر سورہ مائدہ کی آیت - 102 کا حوالہ بھی دیا جا چکا ہے۔

## آیت نمبر (30 تا 42)

### ترجمہ

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا	بَنِي إِسْرَائِيلَ	مِنَ الْعَذَابِ الْهُيِّنِ ۝	مِن فِرْعَوْنَ ط
اور بیشک ہم نجات دے چکے	بنی اسرائیل کو	اُس ذلیل کرنے والے عذاب سے	جو فرعون (کی طرف) سے تھا
إِنَّكَ كَانَ عَلِيًّا	مِنَ الْمُسْرِفِينَ ۝	وَلَقَدْ اخْتَرْتَهُمْ	عَلَى الْعَالَمِينَ ۝
بیشک وہ ایک سرکش کرنے والا تھا	حد سے گزرنے والوں میں سے	اور بیشک ہم نے چنا تھا ان کو	ایک علم (کی بنیاد) پر تمام جہاں والوں پر (سے)
وَأَتَيْنَهُمْ	مِّنَ الْآيَاتِ	مَّا	فِيهِ
اور ہم نے دیا ان کو	نشانیوں میں سے	وہ	جس میں
إِنْ هِيَ	إِلَّا	مَوْتُنَا الْأُولَىٰ	وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ۝
نہیں ہے یہ (انجام)	سوائے	ہمارے پہلی بار مرنے کے	اور ہم نہیں ہیں دوبارہ اٹھائے جانے والے
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝	أَهُمْ خَيْرٌ	أَمْ قَوْمٌ تُبَّعُ	وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ط
اگر تم لوگ سچے ہو	کیا یہ لوگ بہتر ہیں	یا تبع کی قوم	اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے
أَهْلَكْنَاهُمْ ۚ	لِإِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝	وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ	
ہم نے ہلاک کیا ان کو	بیشک وہ لوگ مجرم تھے	اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	
وَمَا بَيْنَهُمَا	لِعِبِينَ ۝	مَا خَلَقْنَاهُمَا	إِلَّا بِالْحَقِّ
اور اس کو جو ان دونوں کے درمیان ہے	کھیلنے والا ہوتے ہوئے	ہم نے نہیں پیدا کیا دونوں کو	مگر حق کے ساتھ اور لیکن ان کی اکثریت
لَا يَعْلَمُونَ ۝	إِنَّ يَوْمَ الْفُضْلِ	مِيقَاتُهُمْ	أَجْعَلِينَ ۝
جانتی نہیں ہے	بیشک فیصلے کا دن	ان کا طے شدہ وقت ہے	سب کے لیے جس دن
مَوْلَىٰ عَن مَّوَلَىٰ	شَيْئًا	وَلَا هُمْ يُصْرُونَ ۝	إِلَّا مَن
کوئی ساتھی کسی ساتھی کے	ذرا بھی	اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی	سوائے اس کے جس پر
رَّحِمَ اللَّهُ ط	إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ	الرَّحِيمُ ۝	
رحم کیا اللہ نے	بیشک وہی ہی بلا دست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	

آیت - 32 - میں علی علم کے الفاظ سے تاریخ کے اس فلسفہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اس دنیا میں قوموں کا عزل و نصب (معزول

نوٹ: 1



ہونا اور منصب پر فائز ہونا) اتفاقی واقعات کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی کسوٹی پر جانچ کر جس قوم کو اہل پاتا پاتا اس کو منتخب کرتا ہے اور جس کو نااہل پاتا ہے اس کو رد کرتا ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو معزول ہوئے ہیں وہ دوسروں کو الزام دینے کے بجائے اپنی نالائقی پر سر پٹیں اور جو اقتدار پر آئے وہ فخر و غرور میں مبتلا ہونے کے بجائے اللہ کے شکر گزار ہوں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی فکر کریں۔ اس دنیا کے عروج و زوال کا سارا نقشہ اللہ تعالیٰ مرتب کرتا ہے اور اس کی بنیاد تمام تر قوموں کے اخلاق و کردار پر ہوتی ہے۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 2

قبیلہ حمیر کے بادشاہوں کا لقب تبع تھا۔ یہ لوگ قوم سبا کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۱۵ قبل مسیح میں ان کو سبا کے ملک (یعنی یمن) پر غلبہ حاصل ہوا اور ۳۰۰ء تک یہ لوگ حکمران رہے۔ عرب میں صدیوں تک ان کی عظمت کے افسانے عام رہے۔

## آیت نمبر (43 تا 59)

غ ل ی

غَلِيًّا (ض) جوش مارنا۔ ابلنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 45۔

ع ت ل

عَتَلًا (ن۔ض) سختی سے کھینچنا۔ گھسیٹنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 47۔

عَتَلٌ تَرَشُ رَوْحًا مَزَاجًا۔ ﴿عَتَلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَيْمٌ﴾ (68/القلم: 13) ”بد مزاج اس کے بعد بذات۔“

## ترجمہ

يَغْلِي	كَانَهُلِئْلًا	طَعَامَ الْاَيْتَمِ	اِنَّ شَجَرَةَ الرَّقُوْمِ
وہ ابلتا ہے	پگھلی ہوئی دھات کی مانند	گنہگار کا کھانا ہے	بیشک تھوہر کا درخت
اِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ	فَاعْتَلَوْهُ	حُدُوَّةٌ	كَعَلِي الْحَيِّمِ
دوزخ کے بیچ (مرکز) کی طرف	پھر گھسیٹو اس کو	تم لوگ پکڑو اس کو	جیسے گرم پانی کا ابلنا
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ	ذُقْ	مِنْ عَذَابِ الْحَيِّمِ	فَوْقَ رَاسِهٖ
بیشک تو ہی زبردست	تو چکھ	جلتے پانی کے عذاب میں سے	اس کے سر کے اوپر
فِي مَقَاوِرِ اٰمِيْنَ	اِنَّ الْبٰتِنِيْنَ	تَبْتَرُوْنَ	كُنْتُمْ بِهٖ
امن والی ٹھہرنے کی جگہ میں ہوں گے	بیشک متقی لوگ	شک کرتے تھے	تم لوگ جس کے بارے میں
مُتَّقِلِيْنَ	وَاسْتَبْرَقِ	مِنْ سُنْدُسٍ	يَلْبَسُوْنَ
آمنے سامنے ہوئے ہوئے	اور چمکیلی پوشاک میں سے	باریک ریشم کی	وہ لوگ پہنیں گے
يَدْعُوْنَ فِيْهَا	عَيْنِ	بِحُوْرٍ	وَزَوَّجْنَهُمْ
وہ لوگ بلائیں (مانگیں) گے اس میں	بڑی آنکھوں والیوں سے	خوبصورت آنکھوں	اور ان کے ہم جوڑے بنا دیں گے
			كٰذٰلِكَ هُوَ
			اِيْسَٰءِ هُوَ





بِحَيِّ فَآكِهَةٍ	أَمْنَيْنِ ۝	لَا يَدُ وُقُونٍ فِيهَا	الْمَوْتِ	الْأُولَى ۝
ہر میوے کو	امن میں ہونے والے ہوتے ہوئے	وہ لوگ چھکیں گے اس میں	موت کو	سوائے پہلی بار مرنے کے
وَوَفَّهِمُ	عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝	فَضْلًا	فَمِنْ رَبِّكَ ط	
اور وہ (اللہ) بجائے گا ان کو	دوزخ کے عذاب سے	فضل ہوتے ہوئے	آپ کے رب (کی طرف) سے	
ذَلِكَ	هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝	فَأَتَيْنَا	يَسَّرْنَاهُ	
یہ ہی	شاندار کامیابی ہے	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ہم نے آسان کیا اس (قرآن) کو	
بِلِسَانِكَ	لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝	فَارْتَقِبْ	إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ۝	
آپ کی زبان میں	شاید یہ لوگ نصیحت پکڑیں	تو آپ انتظار کریں	بیشک یہ لوگ (بھی) انتظار کرنے والے ہیں	

## نوٹ: 1

امن والی جگہ سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں کوئی کھٹکانہ ہو۔ کوئی غم، کوئی پریشانی، کوئی اندیشہ، کوئی مشقت اور تکلیف لاحق نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، 'اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مر دو گے، ہمیشہ خوشحال رہو گے کبھی خستہ حال نہ ہو گے، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔' (تفہیم القرآن)۔

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## سورة الحاشية (45)

## آیت نمبر (1 تا 6)

## ترکیب

آیت - 3 میں لآئیت، اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قائم مقام خبر ہے کیونکہ خبر محذوف ہے جو کہ مَوْجُودٌ يَأْتَاكِتٌ ہو سکتی ہے جبکہ آیات - 4، 5 میں آئیت مبتدا مؤخر نکرہ ہونے کی وجہ سے حالت رفع میں ہیں۔ آیت - 5 میں وَاخْتِلَافٍ اور تَصْرِيفٍ کی جر سابقہ آیت میں فِي خَلْقِكُمْ کی فِي پر عطف ہونے کو وجہ سے ہے۔ اسی طرح سے مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِي مَا بَحَى اِسِي فِي پر عطف ہے اور محلاً حالت جر میں ہے۔

## ترجمہ

حَمِّ ۝	تَنْزِيلُ الْكِتَابِ	مِنَ اللَّهِ	الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝	إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
-	اس کتاب کا اتارنا	اللہ (کی طرف) سے ہے	جو بالادست ہے حکمت والا ہے	بیشک آسمانوں اور زمین میں
لآئِيَتٍ	لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝	وَفِي خَلْقِكُمْ	وَمَا	مِنْ دَابَّةٍ
یقیناً نشانیاں ہیں	ایمان لانے والوں کے لیے	اور تمہارے پیدا کرنے میں	اور اس میں جو	جاندار میں سے
آيَاتٍ	لِّقَوْمٍ	يُوقِنُونَ ۝	وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ	وَمَا
نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لیے جو	یقین کرتے ہیں	اور رات اور دن کے آنے جانے میں	اور اس میں جو
				اتارا اللہ نے



وَصَرِّيفُ الْبَلِيحِ	بَعْدَ مَوْتِهَا	فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ	مِنْ رِزْقٍ	مِنَ السَّمَاءِ
اور ہواؤں کے بار بار گھمانے پھرانے میں	اس کے مردہ ہونے کے بعد	پھر اس نے زندہ کیا اس سے زمین کو	رزق میں سے (پانی)	آسمان سے
تَتْلُوهَا عَلَيْكَ	تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ	يَعْقِلُونَ ⑥	لِقَوْمٍ	آيَاتٍ
ہم انہیں پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو	یہ اللہ کی آیتیں ہیں	عقل استعمال کرتے ہیں	ایسے لوگوں کے لیے جو	نشانیوں ہیں
يُؤْمِنُونَ ①	بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ	فِي آيَاتِ حَدِيثٍ	بِالْحَقِّ ②	
یہ لوگ ایمان لائیں گے	اللہ اور اس کی نشانیوں کے بعد	پھر کون سی بات پر	حق کے ساتھ	

## نوٹ: 1

کائنات کی مختلف نشانیاں بیان فرما کر ایک جگہ یہ فرمایا ہے کہ اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں، دوسری جگہ فرمایا کہ یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں اور تیسری جگہ ہے کہ عقل رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان نشانیوں سے پورا فائدہ تو وہی اٹھا سکتے ہیں جو ایمان لے آئیں، دوسرے نمبر پر یہ ان لوگوں کے لیے مفید ہو سکتی ہیں جو فوراً ایمان نہ لائیں لیکن ان کے دل میں یقین پیدا ہو جائے کہ یہ چیزیں توحید پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ یہ یقین کسی نہ کسی دن ایمان کا سبب بن سکتا ہے اور تیسرے درجے میں ان لوگوں کے لیے مفید ہیں جو کم از کم عقل سلیم رکھتے ہوں اور ان میں بصیرت کے ساتھ غور کریں، کیونکہ عقل و بصیرت کے ساتھ جب بھی ان نشانیوں پر غور کیا جائے گا تو یقین اور ایمان ضرور پیدا ہوگا۔ ہاں جو لوگ عقل سلیم نہ رکھتے ہوں یا ان معاملات میں عقل کو تکلیف دینا بھی گوارا نہ کریں ان کے سامنے ہزار دلائل پیش کرنا بھی ناکافی ہے۔ (معارف القرآن)۔

اس سے ایک بڑی اہم حقیقت یہ واضح ہوئی کہ قرآن کی دعوت جبر یا تحکم پر مبنی نہیں ہے بلکہ تمام تر آفاق و انفس کے واضح دلائل اور عقل و فطرت کی بنیاد پر مبنی ہے۔ جو لوگ ان کو نہیں مانتے ان کے نہ ماننے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ مخفی ہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ وہ ان کو اپنے نفس کی خواہشوں کے خلاف پاتے ہیں اس وجہ سے ان سے گریز کرتے ہیں۔ (تدبر قرآن)۔

## آیت نمبر (7 تا 15)

آیت-8- میں كَانَ دراصل كَانَ ہی ہے۔ اَنَّ۔ اِنَّ۔ لَكِنَّ وغیرہ کے بعد فعل نہیں آتا، اسم ہی آتا ہے اور یہ اپنے اسم کو نصب دیتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو خفیف کر لیں جیسے اَنَّ۔ اِنَّ۔ لَكِنَّ وغیرہ تو پھر یہ عامل نہیں رہتے، یعنی اپنے اسم کو نصب نہیں دیتے۔ اس لیے ان کے بعد فعل بھی آ سکتا ہے لیکن معانی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ آیت-11- اَلَيْسَ کی رفع بتا رہی ہے کہ یہ عَذَابٌ کی صفت یا بدل ہے۔ اگر یہ اَلَيْسَ ہوتا تو پھر یہ رَجُزٌ کی صفت ہوتی۔

## ترکیب

## ترجمہ

وَيُّ	لِحِجِّ آفَاكٍ	أَتَيْمٍ ④	يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ	تُثَلَّى عَلَيْهِ	ثُمَّ يُصِرُّ
تباہی ہے	ہر ایک بہتان باز	پکے گنہگار کے لیے	وہ سنتا ہے اللہ کی آیات کو	جو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اس کو	پھر وہ اڑتا ہے (کفر پر)
مُسْتَكْبِرًا	كَانَ	لَمْ يَسْمَعْهَا ⑤	فَبَشِّرْهُ	بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ⑧	وَإِذَا عَلِمَ
بڑا بنتے ہوئے	جیسے کہ	اس نے سنا ہی نہ تھا ان کو	تو آپ بشارت دیں اس کو	ایک دردناک عذاب کی	اور جب کبھی وہ جان لیتا ہے



مِنَ الْاٰیٰتِ شَیْءًا	اِتَّخَذَهَا	هُزُوًا	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	فَاَلَمْ یَکُنْ
ہماری آیات میں سے کوئی چیز	تو وہ بنا تا اس کو	مذاق کا ذریعہ	یہ وہ لوگ ہیں	جن کے لیے	ایک ذلیل کرنے والا عذاب ہے
مِنۡ دَرَابِہُمْ	جَہَنَّمَ ۚ	وَلَا یَعْنٰی عَنْہُمْ	مَا کَسَبُوۡا	شَیْئًا	وَلَا مَا
ان کے پیچھے	جہنم ہے	اور کام نہ آئے گا ان کے	وہ جو انہوں نے کمایا	کچھ بھی	اور نہ ہی وہ جن کو
اِتَّخَذُوۡا	مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ	اُولٰٓئِہٖ ۚ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۙ	ہٰذَا هُدًی ۚ
انہوں نے بنایا	اللہ کے علاوہ	کارساز	اور ان کے لیے	ایک عظیم عذاب ہے	یہ (قرآن) ہدایت ہے
وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا	بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ	لَهُمْ عَذَابٌ	مِّنۡ رَّجۡزٍ	اَلِیۡمٌ ۙ	
اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	اپنے رب کی آیات کا	ان کے لیے ایک ایسا عذاب ہے	گندگی میں سے	جو دردناک ہے	
اللّٰہُ الَّذِیۡ	سَخَّرَ لَکُمۡ	الْبَحَرَ	لِتَجۡرٰی الْفُلُکُ فِیۡہِ	بِاَمْرِہٖ	
اللہ وہ ہے جس نے	مطیع کیا تمہارے لیے	سمندر کو	تا کہ چلیں کشتیاں اس میں	اس کے حکم سے	
وَلِتَبْتَغُوۡا	مِنۡ فَضْلِہٖ	وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۙ	وَسَخَّرَ لَکُمۡ	مَا فِی السَّمٰوٰتِ	
اور تا کہ تم لوگ تلاش کرو	اس کے فضل میں سے	اور شاید کہ تم لوگ شکر ادا کرو	اور اس نے مطیع کیا تمہارے لیے	اس کو جو آسمانوں میں ہے	
وَمَا فِی الْاَرْضِ	جَمِیۡعًا	مِّنۡہٗ ۙ	اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ	لَیَقُوۡمُ	یَتَفَكَّرُوۡنَ ۙ
اور اس کو جو زمین میں ہے	سب کے سب کو	اپنے (فضل) سے	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لیے جو سوچ بچار کرتے ہیں
قُلۡ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	یَغْفِرُوۡا	لِلَّذِیۡنَ لَا یُرۡجَوۡنَ	اٰیٰتِ اللّٰہِ	لِیَجۡزٰی	
آپ کہہ دیجئے ان سے جو ایمان لائے	وہ درگزر کریں	ان سے جو امید نہیں رکھتے	اللہ کے (گرفت کرنے کے) دنوں کی	تا کہ وہ بدلہ دے	
قَوْمًا	بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ۙ	مَنۡ عَمِلَ صٰلِحًا	فَلِنَفْسِہٖ ۚ		
ایک قوم کو	بسبب اس کے جو وہ کمائی کرتے تھے	جس نے عمل کیا کسی نیکی کا	تو (وہ) اس کی اپنی جان کے لیے ہے		
وَمِنۡ اَسَآءِ	فَعَلِیۡہَا ۙ	ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ	تُرۡجَعُوۡنَ ۙ		
اور جس نے بُرا کیا	تو (وہ) اس پر (وبال) ہے	پھر تمہارے رب کی طرف ہی	تم سب لوٹائے جاؤ گے		

## نوٹ: 1

اَقَاکُ کے معنی ہیں حقائق کی قلبِ ماہیت کر دینے والا۔ یعنی خدا کی آیات اور اس کی نشانیاں تو کسی اور حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہوں لیکن وہ محض اپنی خواہشات نفس کی بندگی میں اس حقیقت کو بالکل بدل دے۔ اس کے مصداق اول تو قریش کے مشرکین تھے لیکن اس کے عام مصداق میں ہر دور کے وہ محترفین دین شامل ہیں جو اللہ کی آیات اور اس کے احکام میں اپنی خواہشات کے تحت تحریف کے مرتکب ہوئے یا ہو رہے ہیں۔ (تدبر قرآن)۔

## نوٹ: 2

آیت - 8۔ میں مستکبرین کا وہ رویہ بیان ہوا ہے جو وہ اس وقت اختیار کرتے جب نبی ﷺ بذات خود ان کو قرآن سنانے کی کوشش فرماتے۔ آیت - 9۔ میں ان کا وہ رویہ بیان ہوا ہے جو وہ اس وقت اختیار کرتے جب قرآن کی کوئی بات ان کو کسی اور واسطہ سے پہنچتی یہ امر ملحوظ رہے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں قریش کے اندر ایسے لوگ بھی تھے جو غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ قرآن کی آیتیں سنتے اور ان سے متاثر



بھی ہوتے۔ اس طرح کے لوگ ان آیتوں کو اپنے سرداروں کے علم میں لاتے تاکہ ان کی رائے معلوم کریں۔ ان کے سردار تاڑ جاتے کہ لوگ ان آیات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اس اثر سے لوگوں کو بچانے کے لیے وہ یہ تو نہیں کر سکتے تھے کہ دلیل سے قائل کر دیں۔ واحد تدبیر یہی تھی کہ قرآن کی بات کا مذاق اڑائیں تاکہ کسی پر اس کا کوئی اثر نہ ہونے پائے۔ اس قسم کی حرکت اگرچہ کچھ زیادہ کارگر نہیں ہوتی تاہم وقتی طور پر کمزور رائے کے لوگ غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ حرب ہر دور کے شیاطین حق کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 3

آیت - 14 - میں ایام اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔ عربی محاورے میں ایسے مواقع پر ایام سے مراد وہ دن ہوتے ہیں جس میں اہم تاریخ واقعات پیش آئے ہوں۔ یہاں ایام اللہ سے مراد کسی قوم کے وہ بڑے دن ہیں جب اللہ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو تباہ کر دے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لیے تھا جب مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی پھر جب اس کی اجازت آگئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ لیکن یہ رائے درست نہیں ہے۔ درگزر کا لفظ اس معنی میں کبھی نہیں بولا جاتا کہ جب آدمی بدلہ لینے پر قادر نہ ہو تو درگزر کرے، بلکہ اس موقع پر صبر، تحمل اور برداشت کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کو چھوڑ کر جب یہاں درگزر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس سے مفہوم نکلتا ہے کہ اہل ایمان انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود بدلہ لینے سے پرہیز کریں۔ اس حکم کا کوئی تعارض ان آیات سے نہیں ہے جن میں مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ جنگ کی اجازت کا تعلق اس حالت سے ہے جب مسلمانوں کی حکومت کسی کافر قوم کے خلاف باقاعدہ کارروائی کرنے کی معقول وجہ پائے۔ اور درگزر کرنے کا حکم ان عام حالات کے لیے ہے جن میں اہل ایمان کو خدا سے بے خوف لوگوں کے ساتھ کسی طرح سے سابقہ پیش آئے اور وہ انہیں اپنی زبان یا قلم یا اپنے برتاؤ سے ان کو اذیت دیں۔ اس حکم کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے مقام بلند سے نیچے اتر کر ان پست اخلاق لوگوں سے الجھنے اور ان کو جواب دینے پر نہ اتر آئیں۔ جب تک شرافت اور معقولیت کے ساتھ کسی الزام یا اعتراض کا جواب دینا یا کسی زیادتی کی مدافعت کرنا ممکن ہو، اس سے پرہیز نہ کیا جائے۔ مگر جہاں بات ان حدود سے گرتی نظر آئے تو معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔ (تفہیم القرآن)۔

## آیت نمبر (16 تا 21)

### ترجمہ

وَلَقَدْ آتَيْنَا	بَنِي إِسْرَائِيلَ	الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ	وَرَزَقْنَاهُمْ
اور بیشک ہم دے چکے	بنی اسرائیل کو	کتاب اور حکومت اور نبوت	اور ہم نے روزی دی ان کو
مِّنَ الطَّيِّبَاتِ	وَفَضَّلْنَاهُمْ	عَلَى الْعَالَمِينَ ۝	وَآتَيْنَاهُمْ
پاکیزہ (چیزوں) میں سے	اور ہم نے فضیلت دی ان کو	سارے جہانوں پر	اور ہم نے دیں ان کو
مِّنَ الْأَمْرِ ۝	فَمَا اخْتَلَفُوا	إِلَّا مَن بَعْدَ	مَا جَاءَهُمْ
اس معاملہ (یعنی دین) میں سے	تو انہوں نے اختلاف نہیں کیا	مگر اس کے بعد سے	(کہ) جو آیا ان کے پاس
			الْعِلْمُ ۝
			علم



بَعِيًّا	بَيْنَهُمْ ط	إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي	بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	بَيْنَهُمْ
سرکشی کرتے ہوئے	اپنے درمیان	بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان قیامت کے دن	اس میں
كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ⑩	ثُمَّ جَعَلْنَاكَ	عَلَىٰ شَرِيعَةٍ	مِّنَ الْأَمْرِ	
وہ لوگ جس میں اختلاف کرتے تھے	پھر ہم نے رکھا آپ کو	ایک ضابطہ پر	اس معاملہ (دین) میں سے	
فَاتَّبَعَهَا	وَلَا تَتَّبِعْ	أَهْوَاءَ الَّذِينَ	لَا يَعْلَمُونَ ⑪	إِنَّهُمْ
تو آپ پیروی کریں اس کی	اور آپ پیروی مت کریں	ان کی خواہشات کی جو	علم نہیں رکھتے	بیشک یہ لوگ
				ہرگز کام نہ آئیں گے آپ کے
مِنَ اللَّهِ	شَيْئًا ط	وَأَنَّ الظَّالِمِينَ	بَعْضُهُمْ	أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ؕ
اللہ (کے سامنے) سے	کچھ بھی	اور بیشک ظالم لوگ	ان کا کوئی	کسی کا کارساز ہے
				اور اللہ
وَأُولَىٰ الْمُتَّقِينَ ⑫	هَذَا بَصَائِرُ	لِلنَّاسِ	وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً	لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ⑬
متقی لوگوں کا کارساز ہے	یہ سچ میں آنے والی دلیلیں ہیں	لوگوں کے لیے	اور ہدایت اور رحمت ہے	ایسے لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں
أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ	اجْتَرَحُوا	السَّيِّئَاتِ	أَنْ نَّجْعَلَهُمْ	كَالَّذِينَ
یا ان لوگوں نے گمان کیا جنہوں نے	ڈٹ کے کمائیں	برائیاں	کہ ہم بنا دیں گے ان کو	ان لوگوں کے جیسا
				جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ١٤	سَوَاءٌ	مَّحْيَاهُمْ	وَمَمَاتُهُمْ ط	سَاءَ
اور عمل کیے نیکیوں کے	برابر ہوتے ہوئے	ان کا عرصہ حیات	اور ان کا عرصہ موت	بُرا ہے
				وہ جو یہ لوگ حکم لگاتے ہیں
				مَا يَحْكُمُونَ ⑭

آیت 17 - سے ایک نہایت اہم حقیقت یہ واضح ہوئی کہ دین کی کسی بات کے سمجھنے میں اختلاف رائے ہونا نہ کوئی تعجب کی بات ہے اور نہ یہ دین اور اہل دین کے لیے کوئی نقصان دہ چیز ہے۔ اہل علم میں اس طرح کا اختلاف ہوا ہے اور ہو سکتا ہے۔ لیکن اس اختلاف کی محرک اگر باہمی چشمک اور رقابت ہے اور ایک دوسرے کو زک پہنچانے اور پچھاڑنے کی خواہش ہے، تو یہ چیز بلاشبہ سارے دین کا تیا پانچا کر کے رکھ دیتی ہے۔ اسی نوعیت کے اختلاف نے اہل کتاب کو اللہ کی روشنی سے محروم کیا اور اسی قسم کے اختلافات نے مسلمانوں کو تباہی میں ڈالا۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 1

## آیت نمبر (22 تا 26)

د ہ ر

(ف)

دَهْرًا

دَهْرٌ

کسی کو کوئی بات پہنچنا۔

مدتِ دراز۔ لمبا زمانہ۔ اصل میں دھرمت عالم کو کہتے ہیں یعنی ابتداء آفرینش سے لے کر اس کے اختتام تک کا عرصہ ((لَا تَسْبَأُ الدَّهْرَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ)) تم لوگ زمانہ کو برامت کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔“ حدیث (مفردات القرآن) زیر مطالعہ آیت - 24۔



## ترجمہ

30906

وَخَلَقَ اللَّهُ	السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	بِالْحَقِّ	وَلِيَتَجَزَّى	كُلُّ نَفْسٍ
اور پیدا کیا اللہ نے	آسمانوں اور زمین کو	حق کے ساتھ	اور تاکہ بدلہ دیا جائے	ہر جان کو
بِمَا كَسَبَتْ	وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ ﴿٥٦﴾	أَفَرَأَيْتَ	مَنْ اتَّخَذَ	إِلَهَهُ
اس کا جو اس نے کمایا	اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا	تو کیا آپ نے دیکھا	اس کو جس نے بنایا	اپنا الہ
هُوَ	وَأَصَلَّهُ اللَّهُ	عَلَىٰ عِلْمِهِ	وَوَخَّطَمَ	عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ
اپنی خواہش کو	اور بھٹکا دیا اس کو اللہ نے	ایک علم کے باوجود	اور اس نے مہر لگا دی	اس کی سماعت اور اس کے دل پر
وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ	غِشَاوَةً	فَمَنْ يَهْدِيهِ	مَنْ بَعَدَ اللَّهُ ط	أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾
اور اس نے بنایا اس کی بصارت پر	ایک پردہ	تو کون اس کی راہ نمائی کرے گا	اللہ کے بعد	تو کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے
وَقَالُوا	مَا هِيَ	إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا	نُهُوتٌ وَنَحْيَا	
اور انہوں نے کہا	نہیں ہے یہ	سوائے ہمارے اس دنیوی زندگی کے	ہم (خود ہی) مرتے ہیں اور ہم زندہ رہتے ہیں	
وَمَا يَهْدِكُنَا	إِلَّا الدَّهْرُ ج	وَمَا لَهُمْ	بِذَلِكَ	مِنْ عِلْمٍ ج
اور نہیں ہلاک کرتا ہم کو (کوئی)	سوائے اس زمانے کے	اور نہیں ہے ان کے لیے	اس کے بارے میں	کوئی بھی علم
إِنْ هُمْ	إِلَّا	وَإِذَا تَشَاءُ عَلَيْهِمْ	أَيُّنَا	بَيِّنَاتٍ
نہیں ہیں یہ لوگ	مگر (یہ کہ)	اور جب کبھی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو	ہماری آیتیں	واضح ہوتے ہوئے
مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ	إِلَّا أَنْ	قَالُوا	اٰتُونَا بِاٰبَائِنَا	إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٥٨﴾
تو نہیں ہوتی ان کی حجت	سوائے اس کے کہ	کہ وہ کہتے ہیں	تم لوگ لاؤ ہمارے باپ دادا کو	اگر تم لوگ سچے ہو
قُلِ اللَّهُ	يُحْيِيكُمْ	ثُمَّ يُمِيتُكُمْ	ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ	
آپ کیسے اللہ ہی	زندگی دیتا ہے تم لوگوں کو	پھر وہ موت دیتا ہے تمہیں	پھر وہ جمع کرے گا تم سب کو	
إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	لَا رَيْبَ فِيهِ	وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّٰسِ	لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾	
قیامت کے دن کی طرف	کوئی بھی شک نہیں ہے جس میں	اور لیکن لوگوں کے اکثر	جاننے نہیں ہیں	

یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا خدا یا معبود نہیں کہتا مگر اس آیت (نمبر۔ ۲۳) نے بتا دیا کہ عبادت درحقیقت اطاعت کا نام ہے۔ جو شخص اللہ کی اطاعت کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کرے تو وہ ہی اس کا معبود ہے۔ اللہ نے جس کو حرام کہا ہے وہ اس میں اللہ کا حکم ماننے کے بجائے اپنے نفس کی پیروی کرے تو چاہے وہ زبان سے اپنے نفس کو اپنا معبود نہ کہے مگر حقیقتاً وہی اس کا معبود ہوا۔ جس نے اپنی خواہشات کو ہی امام بنا لیا اور ان کے پیچھے چلنے لگا تو گویا یہ خواہشات ہی اس کا بت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان کے نیچے دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض 'ہوئی' ہے یعنی خواہش نفسانی۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 1





نوٹ: 2

(آیت - 24 میں) یہ قول کہ ہمیں گردشِ روزگار ہلاک کرتی ہے۔ جس طرح ایک درخت اگتا ہے۔ اپنی پختگی کو پہنچتا ہے اور ایک دن سوکھ کر فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی پیدا ہوتے ہیں پھر گردشِ روزگار کے کسی تھپڑے سے یا تو بچپن یا جوانی ہی میں فنا ہو جاتے ہیں یا بڑھاپے کو پہنچ کر مر جاتے ہیں۔ (جیسے تمام پودے بھی پختگی کو نہیں پہنچتے)۔ لیکن ان کا یہ قول انکار خدا کے معنی میں نہیں تھا بلکہ اس سے وہ قرآن کے اس فلسفہ تاریخ کی نفی کرنا چاہتے تھے جو قرآن نے نہایت تفصیل کے ساتھ سنایا ہے کہ پچھلی قومیں اپنے عقائد و اعمال کے فساد کے نتیجے میں تباہ ہوئیں۔ یہ انزار (دارنگ) چونکہ بالکل مبنی برحقیقت تھا اس وجہ سے قریش کے وہ لوگ اس سے متاثر ہوئے جن کے اندر کچھ عاقبت اندیشی تھی۔ اس طرح کے لوگوں کو مطمئن رکھنے کے لیے قریش کے لیڈروں نے یہ فلسفہ تراشا کہ ہماری طرح خدا کو ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک شخص کا پیدا ہونا، جوان ہونا پھر بوڑھا ہو کر مر جانے کا کوئی تعلق اعمال و عقائد سے نہیں ہے۔ اسی طرح سے قوموں اور تہذیبوں کے عروج و زوال کا کوئی تعلق ان کے عقائد و اعمال سے نہیں ہے۔ یہ بس ایک وہم ہے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ جاہلی فلسفہ نابود ہو چکا ہے۔ اس زمانے میں بھی ذہنوں پر یہی فاسد فلسفہ مسلط ہے اور ان لوگوں کے ذہنوں پر مسلط ہے جو قرآن کے حامل اور اسلام پر عامل ہونے کے مدعی ہیں۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

کفار و مشرکین زمانے کی گردش کو ساری کائنات اور ان کے سارے حالات کی علت قرار دیتے ہیں، حالانکہ درحقیقت یہ سب افعال اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادے سے ہوتے ہیں۔ اس لیے احادیث میں دہریہ زمانے کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہر کو برا نہ کہو کیونکہ دہر درحقیقت اللہ ہی ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ جاہل جس کام کو دہر کا کام کہتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی قوت و قدرت کا کام ہے، دہر کوئی چیز نہیں ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دہر اللہ تعالیٰ کے ناموں سے کوئی نام ہو کیونکہ یہاں مجازاً اللہ کو دہر کہا گیا ہے۔ (معارف القرآن)۔

## آیت نمبر (27 تا 31)

### ترجمہ

وَاللّٰهُ	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط	وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ	يَوْمَئِذٍ
اور اللہ ہی کے لیے ہے	آسمانوں اور زمین کی حکومت	اور جس دن قائم ہوگی وہ گھڑی (قیامت)	اُس دن

يَخْسِرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٧﴾	وَتَرَىٰ	كُلَّ اُمَّةٍ	جَانِبَيْهَا ﴿٢٨﴾	كُلُّ اُمَّةٍ
گھائے میں رہیں گے باطل کرنے والے	اور آپ دیکھیں گے	ہر امت کو	گھٹنوں کے بل گرنے والی حالت میں	ہر امت

تُدْعٰى	اِلٰى كِتٰبِهَا ط	الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ	مَا
بلائی جائے گی	اپنی کتاب (نامہ اعمال) کی طرف	آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا	وہ، جو

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾	هٰذَا كِتٰبُنَا	يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ
تم لوگ عمل کرتے تھے	یہ ہماری کتاب (ریکارڈ) ہے	یہ واضح کر کے بیان کرتی ہے تم لوگوں پر (اعمال کو)

بِالْحَقِّ ط	اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ	مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٠﴾
حق کے ساتھ	بے شک ہم لکھوا لیتے تھے	اس کو جو	تم لوگ عمل کرتے تھے



فَاَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	الطَّيْلِحٰتِ	فَيَدْخُلُوْنَ اِيْتِيْهِمْ رَبُّهُمْ	فِي رَحْمٰتِهٖ ط
تو وہ جو لوگ ہیں جو	ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے	نیکیوں کے	تو داخل کرے گا ان کو ان کا رب	اپنی رحمت میں

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٤٤﴾	وَ اَمَّا الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	اَفَلَمْ تَكُنْ اِيْتِيْ تَشْتَلٰى عَلَيْنَا
یہ ہی کھلی کامیابی ہے	اور وہ جو لوگ ہیں جنہوں نے	انکار کیا	تو کیا تم کو پڑھ کر سنائی نہ جاتی تھیں میری آیات

فَاَسْتَكْبَرْتُمْ	وَ كُنْتُمْ	قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٤٥﴾
پھر تم بڑے بنے	اور تم لوگ تھے ہی	ایک جرم کرنے والی قوم

## نوٹ: 1

لکھوانے کی صرف یہی ایک ممکن صورت نہیں ہے کہ کاغذ پر قلم سے لکھوایا جائے۔ انسانی اقوال و افعال کو ثبت کرنے اور دوبارہ ان کو بالکل اسی شکل میں پیش کر دینے کی متعدد دوسری صورتیں اسی دنیا میں خود انسان دریافت کر چکا ہے۔ اب یہ کون جان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح انسان کی ایک ایک بات، اس کی حرکات و سکنات، اس کی نیتوں، ارادوں، خواہشات میں سے ہر مخفی سے مخفی شے کو ثبت کر رہا ہے اور کس طرح وہ ہر آدمی، ہر گروہ اور ہر قوم کا پورا کارنامہ حیات بے کم و کاست اس کے سامنے لا کر رکھے گا۔ (تفہیم القرآن)۔

انسان کو سوچنا چاہیے کہ فضا میں ہمارے تمام اقوال و افعال کو ریکارڈ کرنے، یہاں تک کہ ذہن میں گزرے ہوئے ہر خیال اور دل میں آئی ہوئی ہر بات کو محفوظ کر لینے کے نظام کا کسی ایسی جگہ موجود ہونا ممکن ہے جو ایک دھماکے سے پھٹ کر منتشر ہونے والے اجزاء میں سے ایک جز ہے، جس کو زمین کہا جاتا ہے۔ ضد اور ہٹ دھرمی کی بات اور ہے ورنہ ہر ناطل انسان کی عقل کا جواب ایک ہی ہوگا کہ ایسے نظام کا خود بخود وجود میں آنا ممکن نہیں ہے۔ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے کہ کسی پریس میں دھماکہ ہو اور ایک ڈکشنری خود بخود وجود میں آجائے۔ یہ نظام تو اپنی زبان حال سے بول رہا ہے کہ وہ ایک علیم اور قدیر ہستی کا کارنامہ ہے۔ جس انسان کی عقل اس حقیقت کا ادراک کر لے، اس کی عقل پھر اس کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ قائم کرنے والے نے یہ نظام کیوں قائم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنی علیم و قدریر ہستی کا قائم کردہ یہ انتظام بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا کوئی مقصود ضرور ہے۔ جب انسان اس کے مقصد پر غور کرتا ہے تو اس کی عقل تسلیم کر لیتی ہے کہ اس زمین پر عارضی زندگی کے بعد یقیناً ایک زندگی ہے۔ اُس زندگی میں ہر شخص کے لیے رہائشی علاقے کا تعین، کہ کس قسم کی آب و ہوا کے علاقے میں اس کو رکھا جائے، اس کے لیے کس طرح کے روٹی، کپڑے، مکان کا انتظام کیا جائے، کس طرح کے پاس پڑوس (معاشرہ) میں اس کو جگہ دی جائے اور اُس معاشرہ میں اس کا سوشل اسٹیٹس کیا ہو، اُس زندگی میں اس طرح کے تمام معاملات کا فیصلہ اس دنیا کے افکار، اقوال اور اعمال کی بنیاد پر ہونا ہے اس لیے ان کو ریکارڈ کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اسلام کے نظریہ آخرت کا یہ وہ بنیادی خاکہ ہے جہاں تک انسانی عقل از خود پہنچ سکتی ہے البتہ اس سے آگے تفصیلات کے لیے انسانی عقلِ وحی کی محتاج ہے۔ کیونکہ عقل کی پہنچ صرف ان حقائق تک ہے جو انسان کے حواسِ خمسہ کے دائرے کے اندر ہیں۔ اس کائنات کے وہ حقائق جو اس دائرے کے باہر ہیں وہ انسانی عقل کی پہنچ کے بھی باہر ہیں۔ اسی لیے اللہ نے علمِ وحی کا انتظام کیا۔

## آیت نمبر (32 تا 37)

## ترجمہ

وَ اِذَا قِيْلَ	اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ	حَقٌّ	وَ السَّاعَةُ
اور جب کبھی کہا جاتا ہے	کہ اللہ کا وعدہ	حق ہے	اور وہ گھڑی (آنی ہے)



لَا رَيْبَ فِيهَا	فُلْتُمْ	مَا نَدْرِي	مَكَانِكُمْ
کسی قسم کا کوئی بھی شک نہیں ہے اس میں	تو تم لوگ کہتے ہو	ہم نہیں جانتے	کیا ہے وہ گھڑی
إِنْ نَّظُنُّ	إِلَّا ظَنًّا	وَمَا نَحْنُ	بِمُسْتَقْبِرِينَ ۝
ہم نہیں گمان کرتے	مگر کچھ گمان کرنا	اور ہم نہیں ہیں	یقین حاصل کرنے والے
وَبَدَأَ لَهُمْ	سَيِّئَاتِ مَا	عَمِلُوا	مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝
اور ظاہر ہوئیں ان کے لیے	اس کی برائیاں جو	ان لوگوں نے عمل کیے	وہ جس کا یہ لوگ مذاق اڑاتے تھے
وَقِيلَ	الْيَوْمَ نُنَسِّكُكُمْ	كَمَا نَسَّيْتُمْ	وَمَا وُكِّمُكُمْ
اور کہا جائے گا	آج ہم بھلا دیں گے تم لوگوں کو	اس کے مانند جو تم نے بھلایا	اور تمہارا ٹھکانہ
النَّارِ	وَمَا لَكُمْ	مِّنْ نَّصِيرِينَ ۝	اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ
آگ ہے	اور نہیں ہے تمہارے لیے	کوئی بھی مدد کرنے والا	بنایا اللہ کی نشانیوں کو
هُزُوًّا	وَعَزَّتْكُمْ	فَالْيَوْمَ	وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝
مذاق کا نشانہ	اور فریب دیا تم کو	دنیوی زندگی نے	اور نہ وہ لوگ منائے جائیں گے
فَلِلَّهِ الْحَمْدُ	رَبِّ السَّمَوَاتِ	وَرَبِّ الْأَرْضِ	رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
پس اللہ ہی کے لیے تمام شکر و سپاس ہے	جو آسمانوں کا پالنے والا ہے	اور جو زمین کا پالنے والا ہے	جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے
وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ	فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝	وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝	
اور اس کے لیے ہی ساری بڑائی ہے	آسمانوں اور زمین میں	اور وہ ہی بالادست ہے حکمت والا ہے	

## نوٹ: 1

آیت - 32 - سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ جہاں تک گمان کا تعلق ہے، یہ منکرین بھی اپنے دل میں رکھتے ہیں لیکن ان کا مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ جب ان کو اس کا پورا یقین ہو جائے گا تب وہ مانیں گے۔ اس یقین کے لیے ان کا (منکرین قریش کا) مطالبہ یہ تھا کہ ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھا دو۔ (آج کل کے سائنسدانوں اور دانشوروں کا کہنا ہے کہ جو چیز عملی تجربہ سے تصدیق کے قابل (Practically Verifiable) نہیں ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔ مرتب) ظاہر ہے یہ ایک احمقانہ مطالبہ تھا (اور آج بھی ہے)۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ انسان صرف اسی چیز کو مانے جو اس نے آنکھوں سے دیکھی ہو۔ اس کے علاوہ کسی بات پر بھی یقین نہ کرے خواہ اس کے حق میں کتنے ہی واضح عقلی و اخلاقی دلائل موجود ہوں اگر انسان اس حدسکت سفاہت پر اتر آئے تو پھر عقل ایک بالکل مہمل چیز بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ انسان اپنے اندر عقل کے وجود کو بھی تسلیم نہ کرے۔ اس لیے کہ عقل کو بھی نہ اس نے دیکھا ہے نہ چھوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہم اور دور رس نتائج رکھنے والے امور میں ظن غالب کی رہنمائی کافی ہے۔ ایک عظیم بند جس میں شکاف پڑنے سے پورا شہر خطرہ میں پڑ سکتا ہو، ہماری توجہ کا طالب اسی وقت نہیں ہوگا جب اس میں شکاف پڑ جائے، بلکہ عاقل لوگ اس طرح کے معاملات میں بہت پہلے سے چوکنارہتے ہیں۔ (تدبر قرآن)۔



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

30906

## سورة الاحقاف (46)

## آیت نمبر (1 تا 6)

## ترجمہ

حَمَّ ①	تَنْزِيلُ الْكِتَابِ	مِنَ اللّٰهِ	الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ①
-	اس کتاب کا اتارا جانا	اللہ (کی طرف) سے ہے	جو بالادست ہے حکمت والا ہے
مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ	وَمَا بَيْنَهُمَا	إِلَّا بِالْحَقِّ	وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ①
ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	اور جو ان کے درمیان ہے	مگر حق (مقصد) کے ساتھ	اور ایک مقررہ مدت کے ساتھ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا	عَمَّا	أُنذِرُوا	مُعْرِضُونَ ①
اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	اس سے جس سے	ان کو خبردار کیا گیا	اعراض کرنے والے ہیں
أَرَعَيْنَهُمْ	مَا	مِن دُونِ اللّٰهِ	أَرُونِي
کیا تم لوگوں نے غور کیا	ان پر جن کو	اللہ کے سوا	تم لوگ دکھاؤ مجھ کو
خَلَقُوا	مِنَ الْأَرْضِ	أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ	رَبُّونِي
انہوں نے پیدا کیا	زمین سے	یا ان کے لیے کوئی شراکت ہے	تم لوگ لاؤ میرے پاس
يَكْتِيبُ	مِن قَبْلِ هَذَا	أَوْ آخِرَةٍ	مِن عِلْمٍ
کوئی کتاب	اس سے پہلے کی	یا (لاؤ) کچھ بچے ہوئے حصے	کسی علم سے
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ①	وَمَنْ أَضَلُّ	مِمَّنْ	مِن دُونِ اللّٰهِ
اگر تم لوگ سچ کہنے والے ہو	اور کون زیادہ گمراہ ہے	اس سے جو	اللہ کے سوا
مَنْ	لَا يَسْتَجِيبُ لَكَ	إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ	غَفْلُونَ ①
اس کو جو	جواب نہیں دیتا اس کو	قیامت کے دن تک	غافل ہیں
وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ	كَانُوا	لَهُمْ أَعْدَاءٌ	وَكَانُوا
اور جب اکٹھا کیا جائے گا لوگوں کو	تو وہ لوگ ہوں گے	ان کے دشمن	اور وہ ہوں گے
			بِعِبَادَتِهِمْ ①
			ان کے عبادت کا
			كَافِرِينَ ①
			انکار کرنے والے

نوٹ: 1

سورة الاحقاف کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن محمد ﷺ کا کلام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اللہ کا ہی کلام ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے اس پس منظر کو سمجھنا ہوگا جس میں سورہ نازل ہوئی۔ یہ سورہ ۱۰ انبوی کے آخر یا ۱۱ انبوی کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی۔ ۱۰ انبوی حیات طیبہ میں انتہائی سختی کا سال تھا۔ تین سال سے حضور ﷺ اپنے خاندان اور اپنے اصحاب کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ یہ



محاصرہ اس سال ٹوٹا ہی تھا کہ حضرت ابوطالب وفات پا گئے جو دس سال سے آپ ﷺ کے لیے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ اس سانحے پر بمشکل ایک مہینہ گزارا تھا کہ نبی خدیجہؓ بھی انتقال فرما گئیں جن کی ذات آغاز نبوت سے ہی آپ کے لیے وجہ سکون و تسکین بنی رہی تھی۔ ان پے درپے صدموں کی وجہ سے حضورؐ اس سال کو عام الحزن فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد کفار مکہ پہلے سے زیادہ آپ کو تنگ کرنے لگے اور آپ کا گھر سے نکلنا بھی مشکل ہو گیا۔ آخر کار آپ اس ارادے سے طائف تشریف لے گئے کہ اگر وہ لوگ اسلام نہ قبول کریں تو وہ آپ کو اپنے ہاں چین سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع دے دیں۔ مگر انہوں نے آپ کی کوئی بات نہیں مانی اور آپ کو نوٹس دے دیا کہ وہ شہر سے نکل جائیں۔ اور اپنے ہاں کے لفنگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ دور تک آپ پر آوازے کستے اور پتھر مارتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ زخموں سے چور ہو گئے۔ اس حالت میں آپ طائف کے باہر ایک باغ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے اور اپنے رب سے عرض کیا:

”خداوند، میں تیرے ہی حضور اپنی بے بسی و بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین، تو سارے ہی کمزوروں کا رب ہے اور میرا رب بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے۔ کیا کسی بیگانے کے حوالے جو مجھ سے درستی سے پیش آئے۔ یا کسی دشمن کے حوالے جو مجھ پر قابو پا لے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں، مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لیے زیادہ کشادگی ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے اس نور کی جو اندھیرے میں اجالا اور دنیا اور آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ مجھے اس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں۔ تیری مرضی پر راضی ہوں۔ یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ کوئی زور اور طاقت تیرے بغیر نہیں۔“

اس کے بعد آپ چند روز نخلہ کے مقام پر ٹھہر گئے۔ پریشان تھے کہ اب کیسے مکہ واپس جاؤں۔ طائف میں جو کچھ گزری ہے اس کی خبریں وہاں پہنچ چکی ہوں گی۔ اس کے بعد تو کفار پہلے سے بھی زیادہ دلیر ہو جائیں گے۔

یہ حالات تھے جن میں سورہ نازل ہوئی۔ جو شخص بھی ان حالات کو نظر میں رکھے گا اور اس سورہ کو بغور پڑھے گا اسے کوئی شبہ نہیں رہے گا کہ یہ محمد ﷺ کا کلام نہیں ہے بلکہ اس کا نزول اللہ کی طرف سے ہی ہے، کیونکہ اول سے آخر تک پوری سورہ میں کہیں انسانی جذبات و تاثرات کا ایک ادنیٰ شائبہ تک نہیں پایا جاتا جو ان حالات میں گزرنے والے انسان کے اندر فطری طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہ محمد ﷺ کا کلام ہوتا، جنہیں پے درپے صدمات اور مصائب کے بے پناہ بجوم اور طائف کے تازہ ترین چرکے نے خستہ حالی کی انتہا کو پہنچا دیا تھا تو اس سورہ میں کہیں تو ان کیفیات کا عکس نظر آتا جو اس وقت آپ کے دل پر گزر رہے تھے۔ ہم نے حضورؐ کی جو دعائیں نقل کی ہیں، اسے دیکھئے، وہ آپ کا اپنا کلام ہے۔ اس کا لفظ لفظ ان کیفیات سے لبریز ہے مگر یہ سورہ جو اسی زمانے اور ادنیٰ حالات میں آپ ہی کی زبان مبارک سے ادا ہوئی ہے، ان کے ہر اثر سے خالی ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۵۹۶ تا ۵۹۸ سے ماخوذ)

## نوٹ: 2

آثارۃ اس روایت کو کہتے ہیں جو باپ دادا سے منقول ہوتی چلی آرہی ہو۔ اس کے ساتھ مِنْ عَلِمِہِ قید اس حقیقت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس روایت کی بنیاد محض وہم و گمان پر نہیں بلکہ علم پر ہو۔ یہ بات واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ علم یا تو اس کی کتابوں کے ذریعے سے خلق کو منتقل ہوا ہے مثلاً تورات و انجیل وغیرہ، یا روایات و آثار کے ذریعے سے، مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء کی تعلیمات بعد والوں کو روایات ہی کے ذریعے سے پہنچیں۔ ان ذرائع سے جو علم منتقل ہوا اس میں کہیں شرک کے حق میں کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ تورات، انجیل اور دوسرے صحیفوں میں اگرچہ بہت سی تحریفات ہو چکی ہیں، تاہم ان کے اندر شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے متعلق جو روایات تورات، انجیل یا دوسرے صحیفوں میں نقل ہوئی ہیں ان میں بھی شرک کا کوئی جرثومہ نہیں ہے۔ مشرکین عرب اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ہونے کے مدعی ضرور تھے لیکن یہ ثابت کرنے سے قاصر رہے کہ ان کے باپ دادا کے طریقہ کی بنیاد کس شرعی یا عقلی دلیل پر تھی۔ (تدبر قرآن)۔





30906

## آیت نمبر (7 تا 14)

## ترجمہ

وَإِذْ اٰتَيْنٰهُمُ	اٰتَيْنٰهُمُ	بَيِّنٰتٍ	قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور جب کبھی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو	ہماری آیتیں	واضح ہوتے ہوئے	تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا

لِحَقِّ	لَبَّآ جَاءَهُمْ ۙ	هٰذَا سِحْرٌ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۷	اَمْ يَقُوْلُوْنَ	اِفْتَرٰهُ ۭ
اس حق (قرآن) کے لیے	جب وہ آیا ان کے پاس	ایک کھلا جادو ہے	یا (پھر) وہ کہتے ہیں	اس نے گھڑا اس کو

قُلْ اِنْ اِفْتَرَيْتُمْ	فَلَا تَبْلُكُوْنَ	لِي	مِنَ اللّٰهِ	شَيْئًا ۭ
آپ کہیے اگر میں نے گھڑا اس کو	تو تم لوگ اختیار نہیں رکھتے ہو	میرے بارے میں	اللہ سے	کسی چیز کا

هُوَ اَعْلَمُ	بِمَا	تَفِيْضُوْنَ	فِيْهِ ۭ	كُفِيَ بِهِ	شَهِيْدًا
وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے	اس (بات) کو	تم لوگ چرچا کرتے ہو	جس کا	وہ کافی ہے	بطور گواہ کے

بَيِّنٰتِيْ وَبَيِّنٰتِكُمْ ۭ	وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۸	قُلْ مَا كُنْتُ	بِدْعًا	مِّنَ الرُّسُلِ
میرے درمیان اور تمہارے درمیان	اور وہ ہی بے انتہا بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	آپ کہیے میں نہیں ہوں	کوئی نیا نبی لا	رسولوں میں سے

وَمَا اَدْرِىٰ	مَا يُفْعَلُ	بِي	وَلَا بِكُمْ ۭ	اِنْ اَتَّبِعُ	اِلَّا مَا
اور میں نہیں جانتا	کیا کیا جائے گا	میرے ساتھ	اور نہ تمہارے ساتھ (کیے جانے کو)	میں پیروی نہیں کرتا	سوائے اس کے جو

يُوحٰى اِلَيَّ	وَمَا اَنَا	اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹	قُلْ اَرَايَكُمْ	اِنْ كَانِ
وحی کیا گیا میری طرف	اور میں نہیں ہوں	مگر ایک واضح خبردار کرنے والا	آپ کہیے کیا تم لوگوں نے غور کیا	اگر یہ (قرآن) ہوا

مِنَ عِنْدِ اللّٰهِ	وَكَفَرْتُمْ بِهِ	وَ	شَهِدَ	شَهِدٌ	مِّنْ بَنِيْ اِسْرٰءِيْلَ
اللہ کے پاس سے	اور انکار کیا تم نے اس کا	حالانکہ	گواہی دی	ایک گواہی دینے والے نے	بنی اسرائیل میں سے

عَلٰى مِثْلِهِ	فَاَمَنْ	وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يَهْدِيْ
اس کے جیسی (کتاب) پر	پھر وہ ایمان لایا	اور تم نے (پھر بھی) اکر ڈکھائی	(تو) یقیناً اللہ	ہدایت نہیں دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰	وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَوْ كَانَ خَيْرًا	مَا سَبَقُوْنَا
ظلم کرنے والی قوم کو	اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے انکار کیا	ان کے لیے جو ایمان لائے	اگر یہ ہوتا بہتر	تو یہ لوگ آگے نہ نکلتے ہم سے

اِلَيْهِ ۭ	وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا۟ اِلَيْهِ	فَسَيَقُوْلُوْنَ	هٰذَا اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱
اس کی طرف	اور جب انہوں نے ہدایت نہیں پائی اس کے ذریعہ	تو وہ لوگ کہیں گے	یہ ایک بہت پرانا بہتان ہے





وَمِنْ قَبْلِهِ	كِتَابٌ مُّوسَىٰ	إِمَامًا وَرَحْمَةً ۗ	وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ
اور اس (کتاب) سے پہلے	موسیٰ کی کتاب تھی	امام اور رحمت ہوتے ہوئے	اور یہ ایک (اس کی) تصدیق کرنے والی کتاب ہے
لِسَانًا عَرَبِيًّا	لَيُّنِّدَر	الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ	وَبُشْرَىٰ
عربی زبان میں ہوتے ہوئے	تاکہ یہ (کتاب) خبردار کرے	ان کو جنہوں نے ظلم کیا	اور بشارت ہوتے ہوئے
لِئَلَّا يَكْفُرُوا	رَبَّنَا اللَّهُ	ثُمَّ اسْتَقَامُوا	وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۗ
پیشک جن لوگوں نے کہا	ہمارا رب اللہ ہے	پھر وہ قائم رہے (اس پر)	اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ	خُلِدِينَ فِيهَا	جَزَاءً	كَأَنَّهُمْ يَعْجَلُونَ ۗ
یہ لوگ جنت والے ہیں	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے اس میں	بدلہ ہوتے ہوئے	یہ لوگ کرتے تھے

## نوٹ: 1

آیت 9- کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا بجز اس کے جو مجھ پر وحی کی جائے۔ امور غیبیہ کا علم مجھے صرف وحی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ جس معاملے کے متعلق وحی سے مجھے علم نہ ہو، خواہ وہ میری ذات سے متعلق ہو یا امت کے مومن و کافر لوگوں سے اور خواہ وہ معاملہ دنیا کا ہو یا آخرت کا، اس کی مجھے کچھ خبر نہیں۔ امور غیبیہ کے متعلق میں جو کچھ کہتا ہوں وہ سب وحی الہی سے کہتا ہوں۔ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے اس وقت تک رخصت نہیں ہوئے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور دنیا و آخرت میں پیش آنے والے اہم معاملات سے آپ کو بذریعہ وحی باخبر نہیں کر دیا گیا۔ رہا اشخاص و افراد کے جزوی شخصی حالات و معاملات کہ زید کل کیا کام کرے گا اور اس کے کام کا انجام کیا ہوگا، عمر و اور بکرا اپنے اپنے گھروں میں کیا کر رہے ہیں یا کریں گے، ایسے امور غیبیہ کا علم نہ کوئی کمال ہے نہ ان کے نہ ہونے سے کمال نبوت میں کوئی فرق آتا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب یہ ہے کہ یوں نہ کہا جائے کہ آپ صغیب نہیں جانتے تھے بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امور غیب کا بہت بڑا علم دیا تھا جو انبیاء میں سے کسی دوسرے کو نہیں ملا۔ (معارف القرآن)۔

## نوٹ: 2

مفسرین کے ایک بڑے گروہ نے آیت 10 میں گواہ سے مراد حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو لیا ہے جو مدینہ میں ایمان لائے تھے۔ اس لیے ان مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت مدنی ہے۔ اس تفسیر کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا یہ بیان ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (بخاری۔ مسلم۔ نسائی) مگر دوسری طرف کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ پوری سورہ مکی ہے۔ ابن جریر طبری کا کہنا ہے کہ اوپر سے سارا سلسلہ کلام مشرکین مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے چلا آ رہا ہے اور آگے بھی سارا خطاب انہی سے ہے۔ اس سیاق و سباق میں یکا یک مدینہ میں نازل ہونے والی ایک آیت کا آجانا قابل تصور نہیں ہے۔ جن مفسرین نے اس دوسرے قول کو قبول کیا ہے وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت کو رد نہیں کرتے بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ آیت چونکہ عبداللہ بن سلامؓ کے ایمان لانے پر بھی چسپاں ہوتی ہے اس لیے حضرت سعدؓ نے قدماء کی عادت کے مطابق یہ فرما دیا کہ یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب وہ ایمان لائے اس وقت انہی کے بارے میں نازل ہوئی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قبول ایمان پر یہ پوری طرح چسپاں ہوتی ہے۔



اس کے بعد یہ سوال حل طلب رہ جاتا ہے کہ اس گواہ سے مراد کون ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد موسیٰؑ ہیں۔ لیکن بعد کا یہ فقرہ کہ وہ ایمان لے آیا اور تم اپنے گھمنڈ میں پڑے رہے، اس تفسیر کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ زیادہ صحیح بات وہی معلوم ہوتی ہے جو ابن کثیرؒ نے بیان کی ہے کہ یہاں گواہ سے مراد کوئی خاص شخص نہیں بلکہ بنی اسرائیل کا ایک عام آدمی ہے۔ آیت کا مدعا یہ ہے کہ قرآن جو تعلیم پیش کر رہا ہے یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ اس سے پہلے یہی تعلیمات اسی طرح وحی کے ذریعہ بنی اسرائیل کے سامنے کتب آسمانی کی شکل میں آچکی ہیں اور ان کا ایک عام آدمی ان کو مان چکا ہے۔ اس لیے تم لوگ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ وحی اور تعلیمات ناقابل فہم چیزیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تمہارا گھمنڈ ایمان لانے میں مانع ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

### آیت نمبر (15 تا 16)

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ	بِوَالِدَيْهِ	إِحْسَانًا	حَصَلَتُهُ	أُمُّهُ	كُرْهًا وَ
اور ہم نے تاکید کی انسان کو	اپنے والدین سے	حسن سلوک کرنے کی	اس کا (حمل) اٹھایا	اس کی ماں نے	تکلیف دہ ہوتے ہوئے

وَصَعَّتُهُ	كُرْهًا	وَحَمْلُهُ	وَفِضْلُهُ	ثَلَاثُونَ شَهْرًا	حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ
اور اس نے جناس کو	تکلیف دہ ہوتے ہوئے	اور اس کا (حمل) اٹھانا	اور اس کا (دودھ) چھڑانا	تیس مہینے ہیں	یہاں تک کہ وہ بچے

أَشَدَّ	وَبَلَغَ	أَرْبَعِينَ سَنَةً	قَالَ	رَبِّ أَوْزِعْنِي
اپنی پختگی کو	اور وہ بچے	چالیس سال کو	(تو) وہ کہے	اے میرے رب تو میرے دل میں ڈال دے

أَنْ أَشْكُرَ	نِعْمَتَكَ الَّتِي	أَنْعَمْتَ عَلَيَّ	وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ	وَأَنْ أَعْمَلَ
کہ میں شکر ادا کروں	تیری اس نعمت کا جو	تو نے انعام کی مجھ پر	اور میرے والدین پر	اور یہ کہ میں عمل کروں

صَالِحًا	تَرْضَاهُ	وَأَصْلِحْ	لِي	فِي ذُرِّيَّتِي	إِنِّي نَبْتُ	إِلَيْكَ
ایسی نیکی کا	تو پسند کرے جس کو	اور تو اصلاح کر دے	میرے لیے	میری اولاد میں	بیشک میں نے رجوع کیا (تو بہ کی)	تیری طرف

وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٥﴾	أُولَٰئِكَ الَّذِينَ	نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ
اور بیشک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں	یہ وہ لوگ ہیں	ہم قبول کرتے ہیں جن سے

أَحْسَنَ مَا	عَمِلُوا	وَنَنْجَاوُ	عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ
اس کے بہترین کو جو	ان لوگوں نے عمل کیا	اور ہم درگزر کرتے ہیں	ان کی برائیوں سے

فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ	وَعَدَ الصَّادِقِ الَّذِينَ	كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١٦﴾
(وہ لوگ) جنت والوں میں ہیں	اس سچائی کا وعدہ ہوتے ہوئے جو	ان سے وعدہ کیا جاتا تھا

آیت 15۔ میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی ہے۔ یہ ہدایت اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے اندر بھی ودیعت فرمائی ہے اور اسی کی تعلیم تمام انبیاء اور اس کے نیک بندوں نے بھی دی ہے۔ یہ حقیقت تمام مذاہب وادیان میں ابتدا سے مسلم رہی ہے کہ خدا کے بعد انسان پر سب سے بڑا حق اس کے ماں باپ ہی کا ہے بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہیں ہے کہ جہاں تک شعور میں آنے کا تعلق ہے، ماں باپ کا حق سب سے پہلے شعور میں آتا ہے۔ پھر اسی حق کے شعور سے انسان خدا اور اس کے حقوق کے شعور تک ترقی کرتا ہے۔ جب تک انسان بچہ رہتا ہے اس وقت تک وہ سب کچھ ماں باپ ہی کو سمجھتا ہے۔ لیکن جب وہ سن رُشد کو پہنچتا ہے تو اس پر یہ حقیقت واضح ہوتی

نوٹ: 1



ہے کہ اصلی منعم وہ پروردگار ہے جس نے ماں باپ کو بھی وجود بخشا ہے۔ اس طرح وہ ماں باپ کی انگلی پکڑ کر خدا تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اندر ماں باپ کے حق سے بھی بڑے حق کا شعور بیدار ہوتا ہے۔ اور یہی دو حق انسان پر سب سے بڑے ہیں اور پھر انہی دو حق سے بہت سے حقوق کی شاخیں پھوٹی ہیں۔ (تدبر قرآن)۔

## آیت نمبر (17 تا 20)

### ترجمہ

وَالَّذِي قَالَ	لِوَالِدَيْهِ	أَقْبِلْ لَنَا	أَتَعْدِنِي	أَنْ أُخْرَجَ
اور وہ جس نے کہا	اپنے والدین سے	تم دونوں پہ فسوس ہے	کیا تم دونوں مجھے دھمکی دیتے ہو	کہ مجھ کو نکالا جائے گا
وَقَدْ خَلَّتِ الْقُرُونُ	مِنْ قَبْلِي	وَهُمَا يَسْتَعْجِلَانِ اللَّهَ		
حالانکہ گزر چکی ہیں تو میں	مجھ سے پہلے	اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے		
وَيْلَكَ	أَمِنْ	إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ	حَقٌّ	فَيَقُولُ
(پھر بیٹے سے کہتے ہیں) بربادی ہے تیرے لیے	تو ایمان لا	یقیناً اللہ کا وعدہ	سچ ہے	تو وہ کہتا ہے
أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ	أُولَئِكَ الَّذِينَ	حَقَّ عَلَيْهِمُ	الْقَوْلُ	
پہلے لوگوں کے افسانے	یہ وہ لوگ ہیں	ثابت ہوئی جن پر	وہ (عذاب کی) بات	
فِي أُمَّةٍ	قَدْ خَلَّتْ	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ	
(وہ) ایسی قوموں میں ہیں جو	گزر چکی ہیں	ان سے پہلے	جنوں اور انسانوں میں سے	
إِنَّهُمْ كَانُوا	خَسِرِينَ	وَلِيكِلَيْ	دَرَجَاتٍ	مِمَّا عَمِلُوا
بیشک وہ لوگ تھے	خسارہ پانے والے	اور سب کے	کچھ درجے ہیں	اس میں سے جو ان لوگوں نے عمل کیا
وَلِيُوقِيَهُمْ	أَعْمَالَهُمْ	وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ		
اور تاکہ وہ (اللہ) پورا پورا دے ان کو	ان کے اعمال (کا بدلہ)	اور ان لوگوں پر ظلم (حق تلفی) نہیں کیا جائے گا		
وَيَوْمَ يُعْرَضُ	الَّذِينَ كَفَرُوا	عَلَى النَّارِ	أَذْهَبْتُمْ	
اور جس دن پیش کیے جائیں گے	وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	آگ پر	(تو کہا جائے گا) تم لوگ لے گئے	
طَبَاتِكُمْ	فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا	وَأَسْتَنْتَعْتُمْ بِهَا	فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ	
اپنی پاکیزہ (چیزوں) کو	اپنی دنیوی زندگی میں	اور تم لوگوں نے فائدہ اٹھایا ان سے	پس آج تم لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا	
عَذَابِ الْهُونِ	بِمَا	كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ	فِي الْأَرْضِ	
ذلت کے عذاب کا	بسبب اس کے جو	تم لوگ بڑے بنے پھرتے تھے	زمین میں	



بَعْدِ الْحَقِّ	وَبِهَذَا	كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٤٦﴾
حق کے بغیر	اور بسبب اس کے جو	تم لوگ نافرمانی کرتے رہتے تھے

آیت - 19۔ میں وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ کا مطلب ہے کہ نہ اچھے لوگوں کی نیکیاں ضائع ہوں گی، نہ بُرے لوگوں کو ان کی واقعی برائی سے بڑھ کر سزا دی جائے گی۔ نیک آدمی اگر اپنے اجر سے محروم رہ جائے یا اپنے استحقاق سے کم اجر پائے تو یہ بھی ظلم ہے اور بُرا آدمی اپنے کیے کی سزا نہ پائے یا جتنا قصور اس نے کیا ہے اس سے زیادہ سزا پائے تو یہ بھی ظلم ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 1

آیت - 20۔ میں ہے کہ کفار سے کہا جائے گا کہ تم نے کچھ اچھے کام اگر دنیا میں کیے تھے تو اس کا بدلہ بھی تمہیں دنیا میں دیا جا چکا ہے، اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ باقی نہیں رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نیک اعمال جو ایمان نہ لانے کی وجہ سے اللہ کے نزدیک مقبول نہیں، آخرت میں تو ان کی کوئی قیمت نہیں مگر دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ اس کو دیتے ہیں۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 2

### آیت نمبر (21 تا 26)

ح ق ف

(ن) حَقُّوْنَا  
حَقْفٌ  
ہر ن کاریت کے تودہ میں بیٹھنا۔  
ریت کا لمبا اور پیچ دار تودہ۔ زیر مطالعہ آیت - 21۔

### ترجمہ

وَإِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ	بِالْحَقِّفِ	وَقَدْ خَلَّتْ	أَخَاعَادِطٌ	وَأَذْكَرٌ
جب انہوں نے خبردار کیا اپنی قوم کو	احقاف (کے علاقے) میں	حالا نکلے گزر چکے تھے	عاد کے بھائی ہوڈگو	اور آپ یاد کریں

وَمِنْ خَلْفِهِ	أَلَّا تَعْبُدُوا	إِلَّا اللَّهَ ط	مَنْ بَيْنَ يَدَيْهِ	الْتُّدْرُ
اور ان کے پیچھے (والے علاقے) سے	کہ تم لوگ بندگی مت کرو (کسی کی)	سوائے اللہ کے	ان کے آگے (والے علاقے) سے	خبردار کرنے

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ	عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥١﴾	قَالُوا أِحْتَنَّا
بیشک میں ڈرتا ہوں تم لوگوں پر	ایک عظیم دن کے عذاب سے	ان لوگوں نے کہا کیا تو آیا ہمارے پاس

لِنَأْتِفَكُنَّا	عَنْ الْهَيْتِنَا	فَأْتِنَا	بِهَذَا	تَعِدُنَا
تاکہ تو پھیر دے ہم کو	ہمارے خداؤں سے	پس تولے آ	اس چیز کو جس کا	تو وعدہ کرتا ہے ہم سے

إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٥٢﴾	قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ	عِنْدَ اللَّهِ ط	وَأُبَلِّغُكُمْ
اگر تو ہے سچ کہنے والوں میں سے	انہوں نے کہا (اس کا) پورا علم تو بس	اللہ کے پاس ہے	اور میں پہنچاتا ہوں تم لوگوں کو

مَّا	أُرْسِلْتُ بِهِ	وَلَكِنِّي أُرْسِكُمْ	قَوْمًا	تَجْهَلُونَ ﴿٥٣﴾
اس چیز کو	میں بھیجا گیا جس کے ساتھ	اور لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگوں کو	ایک ایسی قوم (کہ)	تم لوگ نادانی کرتے ہو

فَلَمَّا رَأَوْهُ	عَارِضًا	فُسْتُقِبَلِ أَوْ دَبَّتْهُمْ	قَالُوا هَذَا عَارِضٌ
پھر جب ان لوگوں نے دیکھا اس (غذاب) کو	بادل ہوتے ہوئے	ان کی وادیوں کے سامنے آنے والا ہوتے ہوئے	تو انہوں نے کہا یہ ایک بادل ہے



مُطْرِنَاط	بَلْ هُوَ	مَا	اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ط	رِيحٌ	فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ١٦
(بارش) برسائے والا ہے ہم پر	بلکہ وہ	وہ ہے	تم جلدی مچاتے تھے جس کی	(یہ) ایک ایسی ہوا ہے	جس میں ایک دردناک عذاب ہے

تُدْمِرُ	كُلَّ شَيْءٍ عِمْ	بِأَمْرِ رَبِّهَا	فَأَصْبَحُوا لَا يَذَرُ		
وہ ہلاک کرتی ہے	ہر چیز کو	اپنے رب کے حکم سے	پھر وہ ہو گئے (ایسے کہ کوئی ایک بھی) نہیں دیکھا جاتا		

إِلَّا مَسْكِنُهُمْ ط	كَذَلِكَ نَجْزِي	الْقَوْمَ الْمَجْرُمِينَ ١٧	وَلَقَدْ مَكَنَّهُمْ		
سوائے ان کے ٹھکانوں کے	اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں	جرم کرنے والی قوم کو	اور بیشک ہم اختیار دے چکے ان کو		

فِيهَا	إِنْ مَكَانِكُمْ فِيهِ	وَجَعَلْنَا لَهُمْ	سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً ١٨		
اس میں	ہم نے اختیار نہیں دیا تم کو جس میں	اور ہم نے بنائے (دیئے) ان کے لیے	سماعت اور بصارت اور دل		

فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ	سَمْعُهُمْ	وَلَا أَبْصَارُهُمْ	وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ	مِنْ شَيْءٍ	
پھر کام نہ آئے ان کے	ان کی سماعت	اور نہ ان کی بصارتیں	اور نہ ان کے دل	کسی بھی چیز میں	

إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ ١٩	بِآيَاتِ اللَّهِ	وَحَاقَ بِهِمْ	مَّا	كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ٢٠	
جب وہ جانتے بوجھتے انکار کرتے تھے	اللہ کی نشانیوں کا	اور گھیرے میں لے لیا ان کو	اس چیز نے	وہ لوگ جس کا مذاق اڑاتے تھے	

نوٹ: 1 چونکہ سردارانِ قریش اپنی بڑائی کا زعم رکھتے تھے اور اپنی ثروت پر پھولے نہ سماتے تھے، اس لیے یہاں ان کو قومِ عاد کا قصہ سنایا جا رہا ہے جس کے متعلق عرب میں مشہور تھا کہ قدیم زمانے میں وہ اس سرزمین کی سب سے زیادہ طاقتور قوم تھی۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ: 2 آیت 26۔ میں ایک اہم حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اللہ کی آیات ہی وہ چیز ہیں جو انسان کو حقیقت کا صحیح فہم و ادراک بخشتی ہیں۔ یہ فہم و ادراک انسان کو حاصل ہوتو وہ آنکھوں سے ٹھیک دیکھتا ہے، کانوں سے ٹھیک سنتا ہے، دل و دماغ سے ٹھیک سوچتا ہے اور صحیح فیصلے کرتا ہے۔ لیکن جب وہ آیاتِ الہی کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے تو آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اسے نگاہِ حق شناس نصیب نہیں ہوتی، کان رکھتے ہوئے بھی وہ ہر کلمہ نصیحت کے لیے بہرا ہوتا ہے اور دل و دماغ کی جو نعمتیں خدا نے اسے دی ہیں ان سے الٹی سوچتا اور ایک سے ایک غلط نتیجہ اخذ کرتا چلا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

## آیت نمبر (27 تا 32)

### ترجمہ

وَلَقَدْ أَهَلَكْنَا	مَا حَوْلَكُمْ	مِنَ الْقُرَىٰ	وَصَرَفْنَا الْأَلْيَتِ		
اور بیشک ہم ہلاک کر چکے	اس کو جو تمہارے ارد گرد ہیں	بستیوں میں سے	اور ہم نے بار بار بیان کیا آیتوں کو		

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ٢١	فَاكُولًا لَّصَرَّهُمْ	الَّذِينَ	اتَّخَذُوا	مِن دُونِ اللَّهِ	
شاید وہ لوگ لوٹ آئیں	تو کیوں نہیں مدد کی ان کی	ان لوگوں نے جن کو	ان لوگوں نے بنایا	اللہ کے علاوہ	

قُرْبَانًا	الِهَةً ط	بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ج	وَذَلِكُمْ إِفْكَهُمُ	وَمَا	كَانُوا يَفْقَهُونَ ٢٢
قربت حاصل کرنے کے لیے	معبود	بلکہ وہ سب گم ہو گئے ان سے	اور یہ ان کا جھوٹ تھا	اور وہ (بھی) جو	یہ گھڑتے تھے



وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ أَوْرَجِبْ هَم نَ پھیرا آپ کی طرف	نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ ایک ٹولی کوجنوں میں سے	يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ سننے ہوئے قرآن کو	فَلَمَّا حَصَبُوهُ پھر جب وہ سامنے آئے اس (قرآن پڑھنے) کے
قَالُوا أَأُنصِتُوا؟ تو انہوں نے کہا چپ چاپ سنو	فَلَمَّا قُضِيَ پھر جب وہ (قرآن پڑھنا) پورا کیا گیا	وَلَوْ تو وہ سب واپس لوٹے	إِلَى قَوْمِهِمْ اپنی قوم کی طرف
مُنذِرِينَ ﴿٥٠﴾ خبردار کرنے والے ہوتے ہوئے			
قَالُوا لَيْقَوْمًا انہوں نے کہا اے ہماری قوم	إِنَّا سَمِعْنَا بیشک ہم نے سنا	كَيْتَابًا ایک ایسی کتاب کوجو	أُنزِلَ نازل کی گئی
		مِّن بَعْدِ مُوسَى موسیٰ کے بعد	مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والی ہوتی ہوئے
لِّمَّا بَيَّنَّ يَكِيه اس کی جو اس کے سامنے (پہلے) ہے	يَهْدِي (وہ) رہنمائی کرتی ہے	إِلَى الْحَقِّ حق کی طرف	وَأِلَى طَرِيقِ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥١﴾ اور ایک سیدھے راستے کی طرف
يَقُولُ مَنْ أَجِيبُوا اے ہماری قوم تم لوگ کہا مانو	دَاعِيَ اللَّهِ اللہ کی دعوت دینے والے کا	وَأَمِنُوا بِهِ اور تم لوگ ایمان لاؤ اس پر	تو وہ (اللہ) بخش دے گا تمہارے لیے
مِّن ذُنُوبِكُمْ تمہارے گناہوں میں سے	وَيُجْزِكُمْ اور وہ امان دے گا تم کو	مِّن عَذَابِ أَلِيمٍ ﴿٥٢﴾ ایک دردناک عذاب سے	وَمَنْ لَا يُجِبْ اور جو کہا نہیں مانے گا
			دَاعِيَ اللَّهِ اللہ کی دعوت دینے والے کا
فَلَيْسَ تو وہ نہیں ہے	بِمُعْجِزٍ عاجز کرنے والا	فِي الْأَرْضِ زمین میں	وَلَيْسَ لَهُ اور نہیں ہیں اس کے لیے
مِن دُونِهِ اس (اللہ) کے سوا	أَوْلِيَاءَ کچھ کارساز لوگ	أَوْلِيَاكَ وہ لوگ	فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٥٣﴾ کھلی گمراہی میں ہیں

## نوٹ: 1

آیت - 29 کی تفسیر میں جو روایات متعدد صحابہ کرامؓ اور دوسرے بزرگوں سے منقول ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ جنوں کی پہلی حاضری کا یہ واقعہ، جس کا اس آیت میں ذکر ہے بطن نخلہ میں پیش آیا تھا۔ وہاں عشایا فجر یا تہجد کی نماز میں آپ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کے ایک گروہ کا ادھر سے گزر ہوا اور وہ آپ کی قرأت سننے کے لیے ٹھہر گیا۔ اس کے ساتھ تمام روایات اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس موقع پر جن حضورؐ کے سامنے نہیں آئے تھے۔ نہ آپ نے ان کی آمد محسوس کیا تھا بلکہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو ان کے آنے اور قرآن سننے کی خبر دی۔ معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد جنوں کے پے درپے وفود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے لگے اور آپ سے ان کی رُودر رُوملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اس بارے میں جو روایات کتب حدیث میں منقول ہیں ان کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں کم از کم چھ وفد آئے تھے۔ (تفہیم القرآن)۔

## نوٹ: 2

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنات کے بھی اسی طرح رسول ہیں۔ جس طرح ہمارے لیے ہیں۔ اس کا جواب نفی میں دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ آگے آیت - 31 میں جنوں کا یہ قول موجود ہے کہ ”اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو اور اس پر ایمان لاؤ۔“ دوسری طرف رسولوں کے باب میں سنت الہی تو یہ رہی ہے کہ وہ اسی قوم کے اندر سے مبعوث ہوئے جس کی دعوت پر وہ مامور ہوئے۔ اسی قوم کی زبان میں انہوں نے دعوت پیش کی اور قوم ہی کے اندر انہوں نے زندگی گزار لی۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ جب جنوں اور انسانوں کی خلقت و متضاد عناصر سے ہوئی ہے تو لازماً دونوں کی سرشت اور مزاج، دونوں کی معاشرتی اور تمدنی ضروریات اور دونوں کے احکام و شرائع میں بڑا فرق ہوگا۔ اس لیے ان میں اگر مشترک ہو سکتے ہیں تو توحید، معاد اور خیر و شر کے بنیادی کلمات ہی ہو سکتے ہیں، باقی امور الگ الگ





ہوں گے۔ اس وجہ سے قرآن ان کی رہنمائی، عقائد اور اخلاقی کلیات کی حد تک کر سکتا ہے۔ کیونکہ جہاں تک کلیات دین کا تعلق ہے وہ نہ صرف انسانوں اور جنوں کے درمیان بلکہ فرشتوں کے درمیان بھی مشترک ہیں۔ جس طرح داؤد کے نعماتِ حمد میں پرندے اور پہاڑ ان کی ہمنوائی کرتے تھے، اسی طرح جنوں کے صالحین کی اس پارٹی نے قرآن سنا تو عیش عیش کرائی اور انہوں نے اپنی قوم کو بھی توحید و آخرت پر ایمان لانے اور خدا کے عذاب سے ڈرتے رہنے کی دعوت دی۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کی بنیادی دعوت انسانوں اور جنوں دونوں کے لیے یکساں ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ جنوں کے لیے بھی اسی طرح رسول تھے جس طرح انسانوں کے لیے تھے۔ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے ان کی بات اس سنتِ الہی کے خلاف ہے جو قرآن میں رسالت سے متعلق نہایت وضاحت سے بیان ہوئی ہے۔ (تدبر قرآن، ج 7، ص 380 تا 382 سے ماخوذ)۔

### آیت نمبر (33 تا 35)

ع ی ی

(س) عِیَاءَ کام کرنے سے عاجز ہونا۔ تھک جانا۔ زیر مطالعہ آیت 33۔

### ترجمہ

أَوَلَمْ يَرَوْا	أَنَّ اللَّهَ الَّذِي	خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ	وَلَمْ يَخْلُقْ
کیا ان لوگوں نے غور ہی نہیں کیا	کہ وہ اللہ جس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	اور وہ نہیں تھکا
بِخَلْقِهِنَّ	بِقُدْرَتِهِ	عَلَىٰ أَنْ	يُخْلِقَ الْهَوَىٰ ط
ان کو پیدا کرنے سے	قادر (نہیں) ہے	اس پر کہ	وہ زندہ کرے مردوں کو
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝	وَيَوْمَ يُعْرَضُ	الَّذِينَ كَفَرُوا	عَلَى النَّارِ ط
ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے	اور جس دن پیش کیے جائیں گے	وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	آگ پر
أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ط	قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ط	قَالَ	فَذُوقُوا الْعَذَابَ
(تو پوچھا جائے گا) کیا یہ برحق نہیں ہے	وہ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم	کہے گا (ان کا رب)	تو (اب) چکھو عذاب کو
بِمَا	كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝	فَأَصْبِرْ	أُولَئِكَ الْعُزْرُ
بسبب اس کے جو	تم لوگ انکار کرتے تھے	پس آپ صبر کریں	عزم والوں نے
مِنَ الرُّسُلِ	كَمَا صَبَرَ	يَوْمَ يَرَوْنَ	مَا يُوعَدُونَ ۝
رسولوں میں سے	اس کے جیسا جو صبر کیا	جس دن دیکھیں گے	اس کو جو ان سے وعدہ کیا جاتا ہے
لَمْ يَلْبُؤُوا	إِلَّا سَاعَةً	مِنْ نَّهَارٍ ط	بَلْعِ ۝
(کہ) وہ نہیں ٹھہرے (دنیا میں)	مگر ایک گھڑی بھر	ایک دن میں سے	(یہ) پہنچا دینا ہے

فَهَلْ يُهْلَكُ	إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ۝
پھر کیا (کون) ہلاک کیا جائے گا	سوائے نافرمانی کرنے والی قوم کے



اس سورہ کے شروع میں وہ پس منظر واضح کیا گیا ہے جس میں یہ سورہ نازل ہوئی تھی۔ ان حالات و واقعات کو ذہن میں تازہ کریں اور پھر سوچیں کہ جب یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزر گیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے رہا ہے کہ آپ صبر کریں جیسا کہ اولو العزم رسولوں نے صبر کیا اور آپ جلدی نہ کریں۔ تب کچھ اندازہ ہوگا کہ کس درجہ کا صبر اور عزم اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے، خصوصاً ان لوگوں سے جو کارانبیاء یعنی دعوت و تبلیغ کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ پھر یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ کسی دینی جماعت کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ ان کی جلد بازی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ شارٹ کٹ اختیار کر لیتے ہیں۔ (حافظ احمد یار صاحب مرحوم کے کیسٹ سے ماخوذ)

نوٹ: 1

السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ جس جس نے بھی اس کا رخیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا اللہ قبول و منظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے: [www.khuddam-ul-quran.com](http://www.khuddam-ul-quran.com) , [info@khuddam-ul-quran.com](mailto:info@khuddam-ul-quran.com)

03217805614, 0412437618, 0412437781

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد





6096



6096



6096





6096



۱۶۹۶



6096



6096